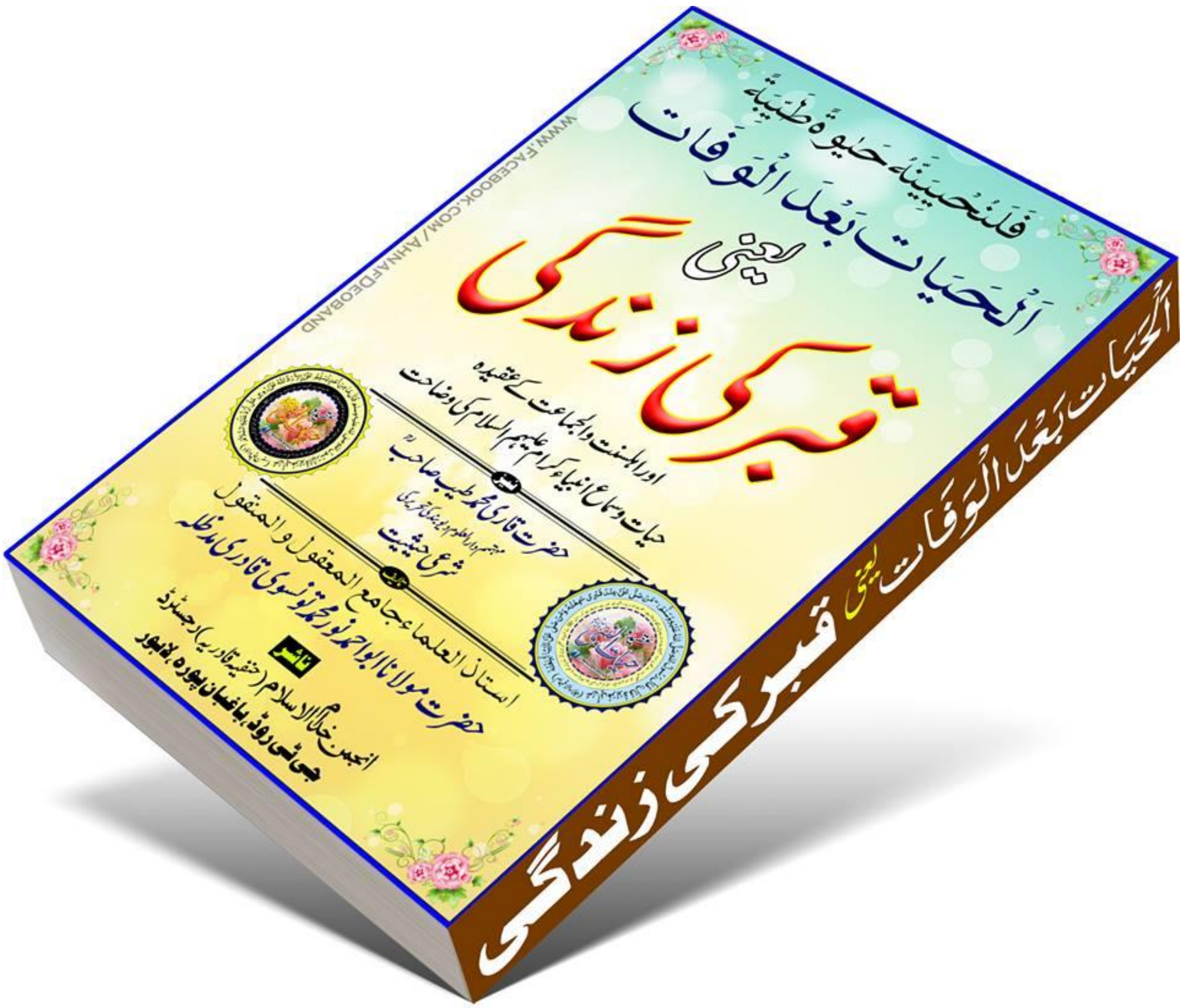
معدون السرور، فی تحقیق سماع اہل القبور



مسئلہ سماع الموتیٰ کا تحقیقی جائزہ

- انبیاء کرامؑ کے سماع پر پوری اُمت کا اجماع ہے۔
- عام موتیٰ کے سماع کا مسئلہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ ہے۔
- عام موتیٰ کے سماع کے قائلین و منکرین ،دونوں قابل ملامت نہیں۔

نوٹ:۔ یہ تمام اقتباس حضرت مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز کتاب **الحیات بعد الوفات یعنی قبر کی زندگی (صفحہ 349 تا 385)** سے لیا گیا ہے۔



اللہ پاک حضرت کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

دیوبند کی عظمت کو ترازو میں نہ تول

یہ تو ہر دور میں انمول رہا ہے

معدون السرور، فی تحقیق سماع اہل القبور

انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع اتفاقی ہے اور بقیہ کا اختلافی

وضاحت اوّل:

پوری اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا عہد اوّل سے لے کر آج تک اس پر اتفاق چلا آرہا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور کے نزدیک سلام وغیرہ سنتے ہیں۔ اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک سنی عالم نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کا انکار نہیں کیا۔ پس انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع ایک اجماعی عقیدہ ہے، جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے بغیر آدمی اہل سنت والجماعت کہلوانے کا حق دار نہیں ہے کیونکہ اجماع امت کا انکار کم از کم گمراہی تو ضرور ہے۔ اس لیے کہ اجماع امت بھی ایک حجت شرعیہ ہے۔ چنانچہ فقیہ العصر قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں کہ: "قبر کے پاس جاکر یہ کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے یہ دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا یہ کام کر دیوے اس میں علماء کا اختلاف ہے، مجوز سماع موتیٰ اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارۃ قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کیلئے کافی ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ، ص:134، ص:69)

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رشید احمد گنگوہیؒ جیسے وسیع النظر محقق امام ربانی کی نظر میں انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کا منکر دنیا میں نہیں گزرا، اور اجماع کی دلیل حضرت گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے کہ تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کے وقت سلام سے فارغ ہو کر زائر کو چاہیے کہ آپ ﷺ سے شفاعت مغفرت کی درخواست کرے۔ یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے لیے دعا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ہماری بلکہ پوری امت کی مغفرت فرمائے اور زائر کو چاہیے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجنے والوں کے سلام پہنچائے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ فقہاء کے نزدیک حضور اکرم ﷺ زائرین کے سلام اور درخواست دعا و شفاعت وغیرہ کو سنتے ہیں۔

آداب زیارت قبر النبی ﷺ کا یہ طریقہ مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں، (فتح القدیر، ج:3، ص:95، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج:1، ص:713، فتاویٰ عالمگیریہ، ج:1، ص:265، تفسیر ابن کثیر، ج:1، ص:520، تفسیر معارف القرآن، ج:2، ص:459، احسن الفتاویٰ، ج:4، ص:551، زبدۃ المناسک، ص:649 ملحق تالیفات رشیدیہ)۔

خلاصہ یہ کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء، مفسرین، محدثین اور تمام علماء اُمت انبیاء کرامؑ کے سماع پر متفق اور متحد ہیں اور یہی عقیدہ کتاب و سنت سے ثابت ہے اور اسی پر پوری اُمت کا اجماع ہے۔ آج تک کسی ایک مسلمان نے حضور اکرم ﷺ کی سماعت عند القبر شریف کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی قرآن مجید کی کسی ایک آیت میں یہ لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ و سلام کا سماع نہیں فرماتے اور نہ کسی ضعیف سے ضعیف حدیث میں یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ عند القبر شریف صلوٰۃ و سلام کا سماع نہیں فرماتے۔ ضعیف تو ضعیف، کسی موضوع روایت سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہے۔ الغرض دنیا کی کسی کتاب میں یہ لکھا ہوا نہ ملے گا کہ حضور اکرم ﷺ اور باقی تمام انبیاءؑ عند القبر کچھ بھی نہیں سنتے۔ انبیاء کرامؑ کے سماع کے انکار کا نظریہ چودھویں صدی کے اواخر کی پیداوار ہے اس لیے علماء اہل سنت والجماعت نے اس نو، ایجاد نظریہ کو بدعت قرار دیا ہے اور ایسے نظریہ کے حاملین کو اہل بدعت کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

عام موتیٰ کا سماع، صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین میں مختلف فیہ رہا

وضاحت دوم:

عام موتیٰ کے سماع کا مسئلہ عہد صحابہ میں مختلف فیہ رہا ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابتداءً عام موتیٰ کے سماع کا انکار کیا ہے، جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ روایان حدیث **قلیب بدر و حدیث قرع النعال** سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ روایان **مامن احد یمر بقبر الحدیث** بھی سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایان **سلام علی القبور** بھی سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔اسی طرح حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حتیٰ **استانس بکم** کہنے والے صحابی رضی اللہ عنہ انس میت اور سماع میت کے قائل ہیں۔الغرض مذکورہ بالا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی روایت کردہ احادیث کو سن کر بانکیر خاموش ہو جانے والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔بندہ عاجز کے محدود مطالعہ کے مطابق کوئی صحابی رسول ﷺ،سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہم خیال نہیں ہوا۔واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کا انکار کوئی منصف مزاج آدمی نہیں کر سکتا کہ مسئلہ سماع موتیٰ ابتداء سے اختلافی رہا ہے۔چنانچہ حضرت شیخ القرآن صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "سماع موتیٰ کا مسئلہ زمانۂ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ دو رائیں رہی ہیں۔کچھ علماء کرام کی یہ رائے رہی ہے کہ مُردے سنتے ہیں جبکہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بنا پر سماع موتیٰ کی نفی کی ہے۔"(جواہر القرآن، ص:902)

البتہ بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مؤقف عدم سماع موتیٰ سے رجوع فرمالیا تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ سیدہ اپنے بھائی کی قبر پر گئیں اور وہاں ان کو مخاطب بنا کر ان سے گفتگو فرمائی۔دوسری وہ حدیث

ہے جو ابن ابی الدنیا نے بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کی ہے۔ بہر حال سیدہ کا جو اختلاف رہا ہے وہ عام موتیٰ کے حق میں تھا، حضور اکرم ﷺ اس اختلاف سے یقیناً مستثنیٰ ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکت کو اس اختلاف میں شامل سمجھنا ظلم عظیم اور کذب قبیح ہے۔

عام موتیٰ کے سماع کے قائلین و منکرین دونوں قابل ملامت نہیں

وضاحت سوم:

آپ نے پڑھ لیا ہے کہ عام موتیٰ کے سماع میں عہد اوّل سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ ایک طرف حضور اکرم ﷺ کی حرم محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور دوسری طرف صحابہ کرام کا جم غفیر ہے۔ اب یہ معلوم کرلیں کہ ہر دو حضرات کے پاس اس کے دلائل ہیں۔ منکرین سماع موتیٰ قرآن مجید کے ظاہر الفاظ سے بفہم خود استدلال کرتے ہیں، جبکہ قائلین انہی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے حجت پکڑتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ القرآن صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "جو علماء سماع موتیٰ کی نفی کرتے ہیں، ان کا استدلال ظواہر قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہے جبکہ قائلین سماع بھی صحیح احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(جواہر القرآن، ص:902)

چونکہ عام موتیٰ کے سماع کا مسئلہ اختلافی ہے اور ہر دو جانب کے دلائل ہیں اور اکابرین ہیں۔ اس لیے اس مسئلہ کے کسی ایک پہلو کو عقائد ضروریہ میں شمار نہیں کیا گیا بلکہ اسے غیر ضروری اور فروعی مسئلہ قرار دیکر اس میں کسی ایک جانب پر تشدد کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص عام موتیٰ کے سماع کا منکر ہے تو اس کو کوئی ملامت نہ کی جائے کیونکہ اس کے انکار کی بنیاد بھی دلائل پر ہے اور اگر کوئی عام موتیٰ کے سامع کا قائل ہے تو وہ بھی قابل ملامت نہیں ہے، کیونکہ اس کے پاس بھی قرآن وسنت کے دلائل موجود ہیں۔ لہٰذا قائلین اور منکرین ہر دو فریقین کو ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہیے۔ کسی ایک جانب سے تشدد نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ حضرت شیخ القرآن صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ مسئلہ اعتقاد ضروریہ

میں سے نہیں جن کی نفی یا اثبات پر کفر و اسلام کا مدار ہے۔ بلکہ یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے جس میں بحث و تمحیص اور نظر تحقیق کی گنجائش ہے۔"

(جواہر القرآن، ص:902)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے سوال کیا گیا کہ سماعت موتیٰ ثابت ہے یا نہیں؟ در صورت جواز یا عدم جواز قول راجح کیا ہے؟ اور تلقین بعد دفن ثابت ہے یا نہیں؟ حضرت گنگوہیؒ نے جواب میں لکھا ہے کہ "یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہ ہے۔ اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا، تلقین کرنا بعد دفن کے اسی پر مبنی ہے جس پر عمل کررے درست ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ، ص:108)

ان بزرگوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں نظر و تحقیق کی گنجائش ہے اور آدمی کا جس جانب رجحان ہو جائے وہ درست ہے، کسی جانب کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔

حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر والے سے سوال کیا گیا کہ "حضرت جو لوگ سماع موتیٰ کے قائل ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت نے فرمایا: میں سماع موتیٰ کے قائلین کو کافر تو درکنار گمراہ بھی نہیں کہتا ہوں۔" (ماہنامہ تعلیم القرآن، ص:12، شمارہ جولائی اگست 1984ء) اور جو کچھ جواہر القرآن میں لکھا ہے وہی سب کچھ سجاد بخاری صاحب نے لکھا ہے۔ (دیکھیئے اقامۃ البرہان، ص:97)

قارئین کرام: جواہر القرآن اور اقامۃ البرہان اشاعت والوں کی کتابیں ہیں اور تعلیم القرآن ان کا ماہنامہ رسالہ ہے۔ ان تینوں کتابوں میں مندرجہ ذیل باتوں کو واشگاف الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ سماع موتیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ رہا ہے، سماع موتیٰ صحیح احادیث سے ثابت ہے، مسئلہ سماع عقائد ضروریہ سے نہیں ہے، قائلین سماع موتیٰ نہ تو کافر ہیں نہ گمراہ۔ لیکن اب یہ اہل اشاعت ان سب باتوں کے برعکس یوں کہتے ہیں کہ سماع موتیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مختلف فیہ نہ تھا بلکہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم عدم سماع کے قائل تھے، سماع موتیٰ کہیں سے ثابت نہیں، عقیدہ عدم سماع ضروریات دین سے ہے، جو لوگ سماع کے قائل ہیں وہ کافر اور مشرک ہیں۔ صبح کچھ اور شام کچھ

کہنے والے اور ہر روز اپنے نظریات تبدیل کرنے والے لوگ نامعلوم کس توحید کی اشاعت کرتے ہیں اور کس سنت کا پرچار کرتے ہیں۔ خیر میں تو عرض کر رہا تھا کہ عام موتیٰ کا سماع عہد اوّل سے اختلافی ہے اور عقائد ضروریہ سے نہیں ہے بلکہ ایک غیر اہم مسئلہ ہے۔ کوئی قائل ہے تو وہ بھی اہل سنت ہے اور اگر کوئی منکر ہے تو وہ بھی اہلسنت ہے۔ اسی لیے حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں: "اس مسئلہ کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص:108)

اگر بالفرض یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہوتا تو علماء حق نے اس کا پہلے دن سے فیصلہ کر دیا ہوتا، کہ یہ جانب حق ہے اور یہ ناحق۔ لیکن اس مسئلہ میں کسی ایک جانب کو ترجیح تو دی جاسکتی ہے مگر کسی کو ناحق نہیں کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ دونوں جانب اہل سنت والجماعت کے اکابرین اور سلف صالحین ہیں اور اہل سنت والجماعت سب بر حق ہیں۔

فریقین کے دلائل کی حقیقت

وضاحت چہارم:

عام موتیٰ کے سماع کے منکر مندرجہ ذیل آیات کے ظاہری الفاظ سے بفہم خود استدلال کرتے ہیں(**اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ**)سورۃ النمل، آیت:80، بعینہ یہی آیت سورت روم آیت نمبر82 میں بھی موجود ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اے پیغمبر ﷺ، آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیویں(**اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ**)سورۃ فاطر آیت نمبر32، یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ﷺ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ آپ ﷺ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔

بندہ عاجز نے جو یہ لکھا کہ منکرین سماع ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہیں، ایک تو اسلیے کہ حضرت شیخ القرآنؒ نے بھی جواہر القرآن میں ظواہر قرآن کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جس کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے، دوسرا اس لیے کہ یہآیات کا ظاہری مطلب ہے حقیقی مطلب نہیں ہے۔ باقی بندہ عاجز نے کہا کہ بفہم خود استدلا کرتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ

قائلین سماع بھی انہیں مذکورہ بالا آیات سے سماع موتیٰ ثابت کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فریقین کا استدلال اپنے اپنے فہم پر مبنی ہے۔ ورنہ آیات مذکورہ اس مقصد کیلئے اور یہ مسئلہ بتانے کے لیے نازل نہیں ہوئیں کہ مردے سنتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ آیات مذکورہ کے نزول کا مقصد کچھ اور ہے، جو ابھی آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن منکرو قائلین سماع نے اپنی فہم کے مطابق سماع اور عدم سماع پر استدلال کیا ہے اور ان شاء اللہ یہ دونوں حضرات اپنے اپنے استدلال میں عند اللہ، ماجور ہوں گے، کیونکہ ہر دو طرف مخلصین ہیں۔

اور اب آیت مذکورہ کے مطلب اور مقصد کو سمجھیئے۔ جس کو تمام مفسرین کرامؒ نے بیان کیا ہے کہ آیات مذکورہ میں موتیٰ سے مراد زندہ کافر ہیں جن کے قلوب کفر و عناد کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں اور **لا تسمع** (نہیں سنا سکتے) کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ ان کو منوا نہیں سکتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے پیارے نبی ﷺ آپ ان مردہ دل زندہ کافروں کو اپنی بات نہیں منوا سکتے ہیں۔ پس اس آیت کا مفہوم وہی ہے جو (**إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ۔۔**) کا ہے۔ البتہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مُردہ دل زندہ کافروں کو قبر والے مردوں سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تشبیہ کس چیز میں ہے؟ منکرین سماع موتیٰ کہتے ہیں کہ یہ تشبیہ نفس سماع میں ہے یعنی جس طرح قبرستان میں مردے نہیں سن سکتے اسی طرح یہ مردہ دل زندہ کافر بھی نہیں سنتے۔ اور قائلین سماع کہتے ہیں کہ یہ تشبیہ سماع کے بعد انتفاع میں ہے یعنی جس طرح قبرستان والے مردے آپ ﷺ کی بات سن بھی لیں تو وہ اس سے نفع نہیں اٹھا سکتے۔ چونکہ وجہ تشبیہ ہر فریق نے اپنے فہم کے مطابق متعین کی ہے اس لیے بندہ عاجز نے لکھ دیا کہ ہر فریق کا استدلال مبنی بفہم خود ہے۔ جس نے نفس سماع کو وجہ تشبیہ قرار دیا اس نے اس آیت سے سماع موتیٰ کی نفی سمجھی اور جس نے سمع کے بعد انتفاع کو وجہ تشبیہ قرار دیا، اس نے سماع موتیٰ کا اثبات کیا۔ بندہ عاجز نے جو یہ عرض کیا ہے کہ آیات مذکورہ میں موتیٰ سے مردہ دل زندہ کافر مراد ہیں اس پر کتاب اللہ کے چند قرینے ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر 1: آیت میں **إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ** کا جملہ موجود ہے جس کا مطلب ہے کہ اے پیغمبر ﷺ آپ مُردوں اور بہروں کو کیسے سنا سکتے ہیں جبکہ وہ آپ کی تبلیغ کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔ غور فرمائیں دعوت و تبلیغ کے درمیان بھاگ جانا زندہ کافروں کا کام ہے نہ قبرستان والے مردوں کا۔

نمبر2: آیت میں ہے **اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِيۡرٌ** جس کا مطلب ہے اے پیغمبر ﷺ آپ تو صرف نذیر یعنی ڈرانے والے ہیں یعنی آپ ﷺ کی تبلیغ کے باوجود نہیں مانتے تو گھبرائیں مت کیونکہ آپ تو صرف نذیر ہیں۔ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ زندہ کافروں کیلئے نذیر اور منذر بن کر آئے ہیں نہ کہ قبرستان والے مُردوں کیلئے۔

نمبر3: آیت میں ہے **اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا**،یعنی اے پیغمبر ﷺ آپ تو صرف ایمان والوں کو سناتے ہیں۔ظاہر ہے کہ ایمان والے لوگ جو آپ ﷺ کی بات کو سنتے ہیں وہ زندہ ہیں،اسی طرح جو کافر آپ ﷺ کی بات نہیں سن سکتے وہ بھی زندہ ہیں۔یعنی زندہ ایمان دار آپ ﷺ کی بات سنتے ہیں اور زندہ کافر آپ ﷺ کی بات نہیں سنتے ہیں۔اس صورت میں تقابل درست ہو گا۔اگر کوئی شخص **اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى** سے قبرستان والے مُردے مراد لیتا ہے تو **اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا** سے بھی قبرستان کے مردے مراد ہوں گے،پھر دونوں کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ ﷺ کافر مردوں کو نہیں سنا سکتے لیکن ایمان دار مردوں کو سنا سکتے ہیں۔تو پھر بھی ایمان دار مردوں کا سماع اس آیت سے ثابت ہو جائے گا۔خلاصہ یہ ہے کہ موتیٰ سے قبرستان والے مردے نہیں بلکہ مردہ دل زندہ کافر مراد ہیں جو آپ ﷺ کی بات کو نہیں سنتے تھے،یعنی سن کر نہیں مانتے تھے کیونکہ بات کو سن کر نہ ماننا ایسا ہی ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں ہے۔

تو یہ آیات قرآنیہ کا صحیح مطلب اور مقصد ہے جو آپ کی خدمت میں بیان کیا گیا ہے۔لیکن اگر آیات مذکورہ کا ظاہری مطلب بھی بر سبیل تنزل تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی آیات مذکورہ میں یہی کہا گیا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔یہ تو قرآن مجید میں کہیں نہیں کہا گیا ہے کہ مردے نہیں سنتے یا مردوں میں سننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔بلکہ کہا تو یہ گیا ہے کہ آپ ﷺ نہیں سنا سکتے۔جس کا صاف اور واضح مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سناتا ہے **اِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ مَنۡ يَّشَآءُ**۔جس طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے **اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ** یعنی اے پیغمبر ﷺ آپ ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ان دونوں آیات میں فرمایا گیا ہے کہ آپ مردوں کو سنا نہیں سکتے اور نہ آپ کسی کافر کو ہدایت دے سکتے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ مردوں کو سناتا ہے اور کافروں کو ہدایت دیتا ہے چونکہ دونوں آیات لفظاً و معناً ایک جیسی ہیں لہٰذا دونوں کا حکم بھی ایک

جیسا ہی ہو گا۔ یعنی اگر وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ میں قانون کا بیان ہے تو اللّٰہ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاءُ میں بھی قانون کا بیان ہے اور اگر اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاءُ میں قدرت کا بیان ہے تو وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ میں قدرت کا بیان ہے۔ یعنی قانون ہیں تو دونوں اور قدرت ہیں تو دونوں۔ بہر حال مردوں کو سنانا تو ثابت ہے خوطر خواہ بطریق قانون ہو خواہ بطریق قدرت ہو، جیسا کہ کافروں کو ہدایت دینا تو بہر حال ثابت ہے خواہ بطریق قانون ہو یا خواہ بطریق قدرت ہو۔

خیر میں تو عرض کر رہا تھا کہ قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے بلکہ قرآن میں ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: "ان تینوں آیات میں یہ بات قابل نظر ہے کہ ان میں سے کسی میں یہ نہیں فرمایا کہ مردے نہیں سن سکتے بلکہ تینوں آیات میں نفی اس کی کی گئی ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ تینوں آیات میں اسی تعبیر و عنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت تو ہو سکتی ہے مگر ہم باختیار خود، ان کو نہیں سنا سکتے۔" (معارف القرآن، ج:6، ص:602)

یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے نزدیک قرآن مجید مسئلہ سماع موتیٰ سے ساکت ہے کیونکہ قرآن مجید کی کسی آیت سے سماع موتیٰ کی نفی نہیں ہوتی۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "اس آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مردے کوئی کلام کسی کا سن ہی نہیں سکتے، اس لیے سماع اموات کے مسئلہ سے در حقیقت یہ آیت ساکت ہے۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ قابل نظر ہے کہ مردے کسی کلام کو سن سکتے ہیں یا نہیں۔" (معارف القرآن، ج:6، ص:602)

"سماع موتیٰ کا مسئلہ جو پہلے گزر چکا ہے اس آیت سے نہ اس کا اثبات ہے نہ نفی۔ اس بحث کے دلائل دوسرے ہیں جن کا ذکر سورت روم میں مفصل آچکا ہے۔" (معارف القرآن، ض:7، ص:329)

"اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ مسئلہ سماع موتیٰ سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ مستقل ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں یا نہیں۔ اس کی مفصل تحقیق سورۃ روم میں اور سورۃ نمل میں گزر چکی ہے۔" (معارف القرآن، ج:4، ص:334)

بندہ عاجز نے جو یہ عرض کیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ اس پر شاید آپ کا ذہن اِنَّ

تَدۡعُوۡهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ کی طرف چلا جائے تو گزارش ہے کہ اس آیت میں موتی کا ذکر نہیں ہے بلکہ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہ کا ذکر ہے۔ پس آیت ظاہری مطلب یہ ہوگا کہ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں سنتا، جس میں زندہ، مردہ، جن، ملک وغیرہ سب شامل ہیں۔ حالانکہ زندہ تو سنتے ہیں، پس آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن کو بھی پکارتے ہو ان میں اکثر تو تمہاری پکار کو سنتے ہی نہیں، مثلاً جمادات وغیرہ یا ان میں سے جس کے اندر سننے کی صلاحیت ہے، لیکن تم دور سے پکارتے ہو اس لیے وہ بھی دور سے نہیں سنتے اور جن میں سننے کی صلاحیت ہے اور تم ان کو نزدیک سے پکارتے ہو جیسے بعض مشرک اپنے زندہ فقیروں کو قریب سے پکارتے ہیں تو وہ اگر کانوں سے تمہاری بات کو سن بھی لیتے ہیں لیکن وہ تمہاری مطلب برآری اور مشکل کشائی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ عاجز و بے بس ہیں، حتیٰ کہ قطمیر کے بھی مالک نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ **مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ** خواہ مردہ ہوں یا زندہ تمہاری پکار بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری مرادیں پوری نہیں کر سکتے۔ بحر حال یہ آیت خاص کر موتیٰ کے حق میں نہیں ہے بلکہ **مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ** کے حق میں ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں: **اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَا سۡتَجَابُوۡ الَكُمۡ**، یعنی یہ بت یا بعض انبیاءؑ یا فرشتے جن کو تم خدا سمجھ کر پرستش کرتے ہو اگر مصیبت کے وقت پکاروگے تو اولاً یہ تمہاری بات سن ہی نہ سکیں گے کیونکہ بتوں میں تو سننے کی صلاحیت ہی نہیں۔ انبیاءؑ اور ملائیکہ میں اگرچہ صلاحیت ہے مگر وہ نہ ہر جگہ موجود ہیں نہ ہر ایک کے کلام کو سنتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اگر بالفرض وہ سن بھی لیں جیسے فرشتے اور انبیاءؑ تو پھر بھی تمہاری درخوست پوری نہ کریں گے، کیونکہ ان کو خود قدرت نہیں اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش نہیں کر سکتے۔

(معارف القرآن، ج:7، ص:329)

یہ بات بھی ذہن نشین فرمالیں کہ منکرین سماع ان آیات کے ظواہر سے تو استدلال کرتے ہیں لیکن کیا کسی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں؟ یہ چیز میری نظر سے نہیں گزری۔

عام موتیٰ کے سماع کے مسئلہ کی حقیقت

وضاحت پنجم:

بندہ عاجز کے اس طرز تحریر سے یہ گمان ہر گز نہ کرنا کہ میں عام موتیٰ کے سماع کا کلی قائل ہوں، نہیں ہر گز نہیں۔عام موتیٰ کے سماع سے متعلق میرا عقیدہ وہی ہے جو علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہم کا ہے، جس کو عنقریب آپ کی خدمت میں پیش بھی کیا جائے گا،ان شاء اللہ۔میرا مقصد عام موتیٰ کے سماع کے مسئلہ کی حیثیت بتانا ہے کہ یہ مسئلہ غیر اہم اور غیر ضروری ہے۔یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس پر کفر و اسلام کی بنیاد رکھی جائے، بلکہ ایک فروعی مسئلہ ہے۔اس لیے اس میں تشدد کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔جو شخص عام موتیٰ کے سماع کا قائل ہے ،وہ بھی حق پر ہے اور سنی مسلمان ہے،اور جو قائل نہیں ہے وہ بھی حق پر ہے اور سُنی مسلمان ہے۔بندہ عاجز کے نزدیک پورے چودہ سو سال تک کے تمام علماء اہل سنت والجماعت واجب الاحترام ہیں خواہ وہ عام سماع موتیٰ کے قائل ہیں یا منکر، کیونکہ یہ مسئلہ حق و باطل کا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی ہدایت اور ضلالت کا مسئلہ ہے۔اسی لیے تو قرآن مجید میں اس مسئلہ کو مستقل طور پر بیان نہیں کیا گیا بلکہ قرآن اس مسئلہ سے ساکت ہے۔فریقین کا استدلال ان کے فہم پر مبنی ہے لیکن اس دور کے منکرین سماع موتیٰ چونکہ عذاب قبر کے منکر ہیں اسی لیے وہ گمراہ ہیں۔

مذہب اربعہ اہل سنت والجماعت ہیں

وضاحت ششم:

ان میں سے شافعیہ ،حنبلیہ ،مالکیہ ،عام موتیٰ کے سماع کے قائل ہیں۔حنفیہ میں سے بعض علماء عام سماع موتیٰ کے قائل ہیں اور بعض سماع موتیٰ کے منکر ہیں۔امام رازیؒ اور امام غزالیؒ جیسے فلاسفر اسلام عام موتیٰ کے سماع کے قائل ہیں ،اسی طرح علامہ قرطبیؒ اور علامہ ابن کثیرؒ جیسے مفسرین عام سماع موتیٰ کے قائل ہیں،امام بخاریؒ اور حافظ ابن عبد البرؒ بھی سماع موتیٰ کے قائل ہیں،اسی طرح امام ابن تیمیہؒ،علامہ ابن القیمؒ جیسے امام الموحدین بھی عام سماع موتیٰ کے قائل

ہیں۔امام الائمہ ،سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت کوفیؒ سے اس مسئلہ میں کوئی رائے منقول نہیں ہے۔چنانچہ حضرت مولانارشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں:"مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایت سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے،پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔کیونکہ اول زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایت اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظمؒ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایت جو کچھ امام صاحبؒ سے آئی ہیں،شاذ ہیں۔(فتاویٰ رشیدیہ ملحق،تالیفات رشیدیہ،ص:233)

پس معلوم ہوا کہ جو لوگ امام ابو حنیفہؒ کی طرف عدم سماع کی نسبت کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے،اور صحیح بات یہی ہے کہ عام سماع موتیٰ کے بارے میں ان سے کچھ بھی منصوص نہیں ہے۔نیز حضرت گنگوہیؒ کے حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات حنفیہ بھی مسئلہ سماع موتیٰ میں باہم مختلف ہیں۔خیر میں تو عرض کر رہا تھا کہ ائمہ ثلاثہ کے مقلدین سب کے سب عام موتیٰ کے سماع کے قائل ہیں۔چنانچہ منکرین عذاب قبر کے شیخ الحدیث مولانا محمد حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں :"البتہ بعض حنفیہ جو دوسرے ائمہ کے مقلدین کی کتب بنی کر کے ان کے مسلک کے ہمنوا ہیں اور دوسرے ائمہ کے مقلدین سماع عند القبر النبی ﷺ کے قائل ہیں۔اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کا اپنا مسلک یہ ہے کہ میت کوئی بھی ہو اس کی قبر پر جاکر السلام علیکم کہا جائے تو میت سنتی ہے۔خواہ اس کے سننے کی کیفیت کچھ بھی ہو تو اس عموم کے تحت سب ہی اموات آجاتے ہیں،خواہ عامی ہو یا خواص۔خواص میں سے خواہ صوفی ہوں،عالم،فاضل ہوں ،اولیاء اللہ اور صالح ہوں،شہید ہوں یا صدیق ہوں یا پیغمبر ہوں،کچھ فرق نہیں۔جب قائدہ کلیہ پیدا ہو گا تو اس میں یہ سوال پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں کہ شوافع،مالکیہ،حنابلہ،سماع عند القبر النبی ﷺ کے کس طرح قائل ہو گئے؟اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ مطلقاً سماع موتیٰ کے قائل ہیں،تو اس کلیہ میں نبیاء کرام علیہم السلام بھی آجاتے ہیں۔یعنی جب دوسرے اموات سنتے ہیں ،ایسے ہی انبیاء کرام علیہم السلام بھی سنتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہؒ،ابن قیمؒ،ابن عبد الہادیؒ ہوں یا ابن حجرؒ،سیوطیؒ،نوویؒ،عیاضؒ ہوں یا شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ،ملا علی قاریؒ وغیرہ سب سماع عند القبر النبی ﷺ کے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتیٰ مانتے ہیں۔(ندائے حق،ج:1،جز:ثانی،ص:84-85)

جملہ معترضہ

قارئین کرام: آپ نے گزشتہ اوراق میں پڑھ لیا کہ اہل اشاعت کے رہنماؤں نے اپنی تمام کتابوں مثلاً جواہر القرآن، اقامۃ البرہان، ندائے حق اور ماہنامہ تعلیم القرآن وغیرہ میں تسلیم کیا کہ یہ مسئلہ سماع موتیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ رہاہے۔ یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے بلکہ ایک فروعی مسئلہ ہے۔ ائمہ اربعہ کے پیروکار سارے کے سارے عام موتیٰ کے سماع کے قائل ہیں (حوالہ جات گزر چکے ہیں)۔ لیکن ان سب کے برعکس جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے ایک رسالہ شائع کیاہے جس کانام ہے عقائد علماء دیوبند، جس میں اشاعت کے دو ذمہ دار حضرات کے مضامین میں جمع کیے گئے ہیں۔ اس میں یہ لکھ دیا کہ یہ مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ نہیں تھا، بلکہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدم سماع موتیٰ کے قائل تھے۔ اس رسالہ کو دیکھ کر آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اتنابڑا جھوٹ علی الاعلان شائع کر دیا اور پرواہ بھی نہ کی، عقائد علماء دیوبند، نامی رسالہ کی تردید کیلئے تو اہل اشاعت کی اپنی سابقہ تحریریں کافی وافی ہیں۔

البتہ بندہ عاجز صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہے کہ یہ رسالہ جھوٹ، خیانت، قطع وبرید اور **تاویل القول بمالایرضی بہ القائل** کامرقع ہے، اور مجھے یقین ہے کہ ہر منصف مزاج صاحب مطالعہ جب اس رسالہ کا مطالعہ کرے گا تو وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا، جو بندہ عاجز نے عرض کیا ہے۔ باقی اس رسالہ کا نام عقائد علماء دیوبند رکھنا ایسا ہے جیسے کالی سیاہ رات کا نام روشن رکھ دیا جائے، نہند نام کافور، زنگی غلط۔

مجھے یقین ہے کہ اہل اشاعت کے صاحب علم اور انصاف پسند حضرات نے اس رسالہ کو اس نام سے شائع کرنے کو ناپسندیدہ حرکت تصور کیاہو گا۔ جس طرح بریلویوں نے اپنے نوجوانوں کو ایک ایسی غلط راہ پر ڈال دیاہے کہ اب وہ خود ان کے قبضہ کنٹرول سے بھی باہر ہو گئے ہیں، حتیٰ کہ ان کے اصاغر خود اپنے اکابر سے اتنے بے قابو ہو گئے کہ خود ان کی بھی نہیں مانتے۔ اسی طرح اہل اشاعت کے پروردہ بھی اپنے مشائخ کے قابو میں نہ رہے اور نہ ہی اپنے بڑوں کی کوئی سنتے ہیں نہ مانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اہل اشاعت کے اکابرین کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اب اصاغر کی کتابیں دیکھی ہیں، اور باتیں سنی ہیں، ان کیلئے مجھے اپنے اس دعویٰ کی دلیل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، عیاں راچہ بیاں۔ لیکن اس کے باوجود آپ

کی خدمت میں حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب مرحوم کا ایک مضمون پیش کیا جاتا ہے جو کہ تعلیم القرآن میں شائع ہوا تھا۔ جس سے آپ کو اہل اشاعت کے بزرگوں کی بے بسی اور چھوٹوں کی سرزوری کا خوب اندازہ ہو گا۔ مضمون کا عنوان ہے مسئلہ سماع موتیٰ کے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی رائے گرامی، ہمارے شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی رائے گرامی، ہمارے شیخ حضرت مولانا علامہ حسین علی صاحب مرحوم و مغفور، مسئلہ سماع موتیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اس میں شدت اور بحث و تمحیص نہ کی جائے اور زیادہ کوشش توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید میں کی جائے۔ فلہٰذا مسئلہ سماع موتیٰ مختلف فیہ (جس میں راجح مختار اور پسندیدہ مسلک علماء دیوبند کے نزدیک عدم سماع ہے) **(نوٹ: یہ بریکٹ میں دیا ہوا جملہ حضرت قاضی صاحب مرحوم کا نہیں ہے بلکہ اصاغر کی طرف سے اپنے اکابر کی اصلاح کی کوشش ہے، کہ اپنے بزرگ کی عبارت میں ایک جھوٹ کی ملاوٹ کر دی، دلیل یہ ہے کہ اسی مضمون میں قاضی صاحب مرحوم نے صرف اپنا مسلک عدم سماع کا بتایا ہے، علماء دیوبند رحمہم اللہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے کذب بیانی نہیں کی، قاضی صاحب کے مضمون میں بریکٹ کے اندر یہ جملہ لکھ کر اپنی سرزوری کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ از مؤلف)** کو سٹیج پر موضوع تقریر و بحث بنانے کی بجائے مسئلہ علم غیب، حاضر و ناظر، متصرف فی الامور اور غائبانہ ندا غیر اللہ، نذر و منت، غیر اللہ کے نام کے چڑھاوے چڑھانا، قبور کے طواف کرنا، اور قبروں پر سجدہ کرنا کی تردید میں علماء حق تقریریں فرمائیں، کیونکہ ان موضوعات کا تعلق براہ راست توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید سے ہے۔ رہا مسئلہ سماع صلوٰۃ و سلام عند القبر النبی ﷺ، تو اس میں اپنا مسلک یہ ہے کہ سماع صلوٰۃ و سلام عند القبر النبی ﷺ ثابت نہیں، مگر قائلین سماع عند القبر کو بھی اہل سنت والجماعت سے خارج نہیں سمجھتا۔ جو لوگ سماع صلوٰۃ و سلام عند القبر کے قائلین کو کافر کہتے ہیں، ان کے اس مؤقف کو صحیح نہیں سمجھتا کیونکہ جن دلائل کی بنا پر وہ قائلین سماع موتیٰ عند القبر کو کافر کہتے ہیں، وہ قطعی الثبوت ہیں، قطعی الدلالۃ نہیں۔ لہٰذا اسلاف متقدمین کے مابین مختلف فیہ مسائل میں کسی جانب کو کافر قرار دینا بہت بڑی جسارت ہے، جس سے احتیات کرنا چاہیے۔ بندہ کی یہ تحقیق دیانۃً ہے اور اپنے تمام شاگردوں اور متعلقین کو اسی کی تائید کرتا ہوں۔ جماعتی طور پر اس بارے میں 2 ربیع الاوّل 1402ھ کو جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اجلاس ملتان میں جو تحریر لکھی گئی تھی جس پر احقر کے اور بیس علماء کرام کے دستخط ہیں، وہ تحریر کسی مصلحت کے تحت نہیں بلکہ امانۃً، دیانۃً اور تحقیقاً جماعتی پالیسی کے طور پر تحریر کی

گئی تھی۔ اور اس پر پابندی کرنے میں جماعت کی عافیت بھی ہے اور اس تحریر میں بھی یہی طے پایا تھا کہ سماع صلوٰۃ و سلام عند القبر کے قائل اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں اور ان کو کافر کہنا صحیح نہیں، اور اسی تحریر کے بارے میں کسی کا یہ کہنا کہ وہ تحریر مصلحۃً لکھی گئی تھی، یہ ساری جماعت کی توہین ہے۔

نوٹ: تحریر شائع کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ 14 اپریل 1984ء کو میانوالی میں جماعت کی میٹنگ میں بعض افراد سے کچھ باتیں سن کر اکثر ساتھی پریشان اور دل برداشتہ ہو کر آئے، احقر شمس الدین عفی اللہ عنہ تھا، جامعہ العلوم الشرعیہ نعمانیہ مسجد ریلوے کالونی ویسٹر یج راولپنڈی، 24 اپریل 1984ء ماہنامہ تعلیم القرآن جولائی اگست 1984ء، ص:46-47۔ آپ قاضی صاحب کے اس بیان کو بار بار پڑھیں اور بغور پڑھیں۔ اپنے بڑوں کی موجودگی میں اشاعت کے چھوٹے کتنے بے قابو ہو چکے تھے کہ 1402ھ میں ملتان میں اشاعت التوحید کے کے بڑوں ایک اجلاس ہوتا ہے، قاضی صاحب سمیت 21 علماء دستخطی فیصلہ کرتے ہیں کہ سماع موتیٰ کے قائلین اہل سنت والجماعت ہیں، معاذاللہ کافر نہیں ہیں۔ لیکن اشاعت کے چھوٹے کہتے ہیں کہ سماع موتیٰ کے قائلین کافر ہیں، (معاذاللہ) اور ہمارے بڑوں کا فیصلہ کسی مصلحت کی وجہ سے ہوا تھا، یعنی وہ محض دفع دقتی تھی۔ پس ان چھوٹوں کو قابو میں رکھنے کیلئے حضرت قاضی صاحب نے یہ بیان شائع کرایا۔ لیکن ان اصار پر اپنے اکابر کی اس تنبیہ کا کیا اثر ہوا ہو گا؟ اس کا اندازہ خود اس بیان ہی سے لگالیں کہ خود قاضی صاحب کے اس بیان میں ایک جھوٹا جملہ اپنی طرف سے شامل کر دیا۔ عام آدمی سمجھے گا یہ جملہ بھی قاضی صاحب کا ہے حالانکہ قاضی صاحب کے بیان سے اس جھوٹے جملے کی کوئی مناسبت ہی نہیں ہے، اور بریکٹ میں اس لیے دیا تا کہ اگر قاضی صاحب پوچھ لیں کہ میرے بیان میں یہ جملہ کیوں اضافہ کیا گیا ہے تو اس کو بھی مطمئن کیا جاسکے، کہ جی اس لیے تو ہم نے اس کو بریکٹ میں دیکر علیحدہ کر دیا ہے اور یہ اکابر اس معاملہ میں زیادہ سختی بھی نہ کر سکتے تھے کیونکہ ایسی راہ پر ان کو لانے والے وہی تھے۔ لیکن ان کیلئے اس کو برداشت کرنا بھی مشکل تھا کہ چھوٹے اپنے بڑوں سے آگے نکل جائیں اور ایسے نکل جائیں کہ قابو میں بھی نہ آئیں، اس لیے حضرت قاضی صاحب نے مجبوراً یہ بیان دیا، افسوس کہ کوئی فائدہ نہ ہوا۔

اور یہ تو آج سے چودہ پندرہ سال پہلے کی بات ہے اور اس وقت کی بات ہے جب کہ یہ اکابر زندہ موجود تھے اور اپنے اصاغر کو اپنے آپ سے آگے بڑھتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، لیکن اب جب کہ یہ بڑے عالم قبر و برزخ میں تشریف لے جاچکے ہیں تو ان کے پیچھے چھوٹوں نے کیا قیامت برپا کرر کھی ہے؟ وہ ناقابل گفتی ہے۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا کہ شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ سب کے سب عام موتیٰ کے سماع کے قائل ہیں اور بعض حنفیہ عام سماع موتیٰ کے قائل ہیں اور بعض منکر ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو اہل اشاعت کے سب اکابرین نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔ لیکن ی ہبات ملحوظ خاطر رہے کہ جو حنفیہ حضرات سماع موتیٰ کے منکر ہیں وہ کلی طور پر سماع کے منکر نہیں ہیں بلکہ ان حضرات کا مؤقف یہ ہے کہ ضابطہ اور قانون تو یہی ہے کہ موتیٰ نہیں سنتے لیکن اس ضابطہ سے بہت سے لوگ اور چند مواقع مستثنیٰ ہیں، مثلاً اس ضابطہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تو بالاتفاق مستثنیٰ ہیں، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح احادیث میں جہاں جہاں سماع موتیٰ ثابت ہے وہ صحیح ہے لین اپنے اسی موقع و محل کے ساتھ خاص ہے، مثلاً حدیث خفق النعال یا حدیث قلیب بدر، وغیرہ وغیرہ، وہ کہتے ہیں۔

سماع موتیٰ کی حدیثوں سے سماع کا ضابطہ نہیں بنتا، بلکہ ضابطہ عدم سماع ہے اور سماع موتیٰ کی احادیث اپنے مقام کیساتھ مختص ہیں۔ چنانچہ عقائد علماء دیوبند نامی رسالہ میں بحوالہ فتح الملہم دو جگہ یہ عبارت موجود ہے۔ جس کو خود جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے شائع کیا ہے۔

ولا حاديث انما اثبت سما عهم بعض الاشياء فى بعض الاحيان ولهذا يجب ان يقتصر على اثبات السماء فى ما ثبت بالسمع ولا يتجاوزعنه وهذا معنى ماقال الشيخ لانور ان الضابطه انما هو، عدم السماء، ولكن المستشنيات فى هذا لباب كثيره۔۔۔الخ

(فتح الملہم، ج:2، ص:479)

ترجمہ: اور حدیثیں مردوں کا صرف بعض چیزوں کو اور وہ بھی بعض اوقات میں سننا ثابت کرتی ہیں۔ اس لیے جہاں جہاں نصوص سے سماع ثابت ہے، اس کو انہی مواقع میں بند رکھنا اور ان سے تجاوز نہ کرنا واجب ہے۔ حضرت شیخ انورؒ نے جو یہ فرمایا کہ: ضابطہ تو یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن اس باب میں مستثنیات بہت ہیں، اس کا مطلب یہی ہے، رسالہ مذکورہ، ص:12-10۔

پس اشاعت التوحید والسنۃ کے شائع کردہ رسالہ بنام عقائد علماء دیوبند سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جو لوگ سماع موتیٰ کے منکر ہیں وہ کلی سماع کے منکر نہیں ہیں بلکہ ان کے نزدیک اس باب میں بہت سی مستنثیات ہیں۔یعنی بہت سے اشخاص اور بہت سے مقامات مستثنیٰ ہیں۔اس حقیقت کو حضرت شیخ القرآن صاحبؒ نے بھی تسلیم کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "جن صحیح روایتوں سے بعض احوال میں میت کا سماع ثابت ہوتا ہے، ان سب کا جامع جواب یہ ہے کہ سماع موتیٰ کا تعلق احوال برزخ سے ہے اور وہ اپنے احوال و موارد کے ساتھ مخصوص ہونگے اور اس لیے عموم احوال میں سماع موتیٰ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہوگا۔فقہاء حنفیہ کے انداز و بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔(جواہر القرآن، ص:904)

اس عبارت کے آگے شیخ القرآن صاحب نے سید محمد انور شاہ صاحب کا وہ جملہ بھی نقل کیا ہے، جو بحوالہ فتح الملہم پہلے گزر چکا ہے۔

پس الحمدللہ ثابت ہو گیا کہ جو بعض سادات حنفیہ سماع موتیٰ کے منکر ہیں، ان کے نزدیک بھی اس ضابطہ سے بہت سے مستنثیات ہیں، الغرض سماع کلی کا منکر کوئی بھی نہیں ہے۔اس لیے تو مشہور حنفی مفسر سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "والحق الموتیٰ یسمعون فی الجملۃ" یعنی حق اور صحیح بات یہی ہے کہ مردے فی الجملہ سنتے ہیں۔(روح المعانی، جز21، ج:11، ص:87)

قارئین کرام: ذرا توجہ فرمائیں کہ بقول نیلوی صاحب ائمہ ثلاثہ کے مقلدین چونکہ عام سماع موتیٰ کے قائل ہیں ،اسی لیے وہ حضور اکرم ﷺ کے سماع کے بھی قائل ہیں۔اسی طرح بعض حنفیہ جنہوں نے دوسرے ائمہ کی کتب بینی کی ہے وہ عام موتیٰ کے سماع کے قائل ہیں۔اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے سماع کے بھی بطریق اولیٰ قائل ہیں۔اب باقی رہے وہ بعض سادات حنفیہ جو سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں، تو وہ بھی سماع کا کلی انکار نہیں کرتے۔بلکہ بہت سے اشخاص اور مقامات کو مستثنیٰ کرتے ہیں، جیسا کہ عقائد علماء دیوبند نامی رسالہ سے آپ معلوم کر چکے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو ان کے نزدیک ضابطہ عدم سماع سے مستثنیٰ ہیں؟ ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی اور شخصیت نہیں ہے جو اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہو۔اسی لیے تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمادیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔اس مسئلہ میں جو نزاع واقع ہوا ہے وہ عام موتیٰ کے سماع میں ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔

مزید تسکین صدور اور تسکین قلوب حاصل کرنے کیلئے ذرا تھوڑی سی توجہ فرمالیں کہ شافعیہ ،مالکیہ، حنبلیہ اور بعض حنفیہ کے نزدیک تو انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع اس لیے اتفاقی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک عدم سماع کا ضابطہ ہی نہیں ہے، بلکہ ان کے نزدیک ضابطہ ہی سماع موتیٰ ہے۔ان کے ہاں قائدہ کلیہ ہے کہ مردے سنتے ہیں۔(دیکھئے ندائے حق،جدید جلد1 ص:85)

باقی رہے بعض سادات حنفیہ ہیں، جن کے نزدیک ضابطہ تو سماع کا نہیں ہے لیکن ان کے نزدیک اس اختلاف سے بہت سی چیزیں مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ وہ سارے کہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع عند القبر شریف کے قائل ہیں ۔ان کا یہ قائل ہونا انبیاء کرام علیہم السلام کے مستثنیٰ ہونے کی محکم دلیل ہے۔

اب بندہ عاجز کو ائمہ ثلاثہ کے مقلدین ،علماء ،مفسرین، محدثین وغیرہ کی کتب کے حوالوں کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ان کے نزدیک قائدہ کلیہ ہی سماع موتیٰ کا ہے۔البتہ بعض سادات حنفیہ کے نام آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں جو حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کے قائل ہیں۔

1) فتاویٰ عالمگیریہ کے پانچ صد مؤلفین علماء حقہ حنفیہ (فتاویٰ عالمگیریہ ،ج:1، ص:256)

2) المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند کے چوبیس مصدقین بمع مؤلف علماء حنفیہ المہند

3) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (فتاویٰ رشیدیہ، ص:112،زبدۃ المناسک)

4) حضرت مولانا ملا علی قاریؒ

(مرقات،ج:1، ص:198-197،ج:2، ص:347،ج:3، ص:641،638،637،ج:8، ص:11)

5) حضرت مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (لمعات،ج:3، ص:192)

6) السید محمود آلوسیؒ بغدادی (تفسیر روح المعانی، جز22، ص:51،55)

7) علامہ سید احمد طحطاوی حنفیؒ (طحطاوی، ص:448،375)

8) الشیخ الامام کمال الدین محمد بن عبد الواحدؒ (فتح القدیر، ج:3، ص:97)

9) علامہ شامیؒ (رد المختار، ج:2، ص:279) (آداب زیارت قبر النبی ﷺ کیلئے فتح القدیر کی طرف مراجعت کا مشورہ دیکر گویا اس کی تائید و تصدیق کر دی تقریر الرافعی حاشیہ ابن عابدین جلد2 صفحہ 32،33)

10) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ(نشر الطیب، صفحہ 211،212)

11) حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غور غشتویؒ(حاشیہ مشکوٰۃ، ص:93)

12) علامہ بحر العلوم مولانا عبد العلی صاحبؒ(رسائل الدرکان، ص:281)

13) علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفیؒ(نور الایضاح، ص:191)

14) شارح نور الایضاح مراقی الفلاح، ص:448

15) علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی حنفیؒ(المحنۃالوھبیہ، ص:21)

16) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ(فتح الملہم، ج:1، ص:330)

17) قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ(تفسیر مظہری، ج:7، ص:378،373)

18) علم الفقہ، ص:605،614

19) حضرت مولانا بدر عالم صاحب میر ٹھیؒ(ترجمان السنۃ، ج:3، ص:302)

20) حضرت مولانا محمد منظور احمد صاحب نعمانیؒ(معارف الحدیث، ج:5، ص:380)

21) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ(فضائل درود شریف)

22) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ(المہند علی المفند، بذل المجہود، ج:2، ص:160)

23) السید شیخ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ (عقیدۃ الاسلام ، ص:75، التصریح بما تواتر من نزول المسیح، ص:244، ملفوظات محدث کاشمیری، ص:130)

24) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ(معارف القرآن، ج:2، ص:460)

25) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، ماہ اگست 1962ء)

26) شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، ماہ اگست 1962ء)

27) حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحبؒ قلعہ دیدار سنگھ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، ماہ اگست 1962ء)

28) حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، ماہ اگست 1962ء)

29) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ(فتاویٰ عزیزی، ص:88)

30) شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ(تسکین الصدرو)

31) تسکین الصدور کے متصدقین حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند(تسکین الصدور، ص:18)

32) حضرت مولانا مفتی مہدی حسن شاہؒ صاحبمفتی اعظم دارالعلوم دیوبند(تسکین الصدور، ص:19)

33) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی(تسکین الصدور، ص:20)

34) حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ(تسکین الصدور، ص:21)

35) حضرت مولانا شمس الدین افغانیؒ(تسکین الصدور، ص:22)

36) حضرت مولانا السید محمد یوسف بنوریؒ(تسکین الصدور، ص:22)

37) حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ(تسکین الصدور، ص:26)

38) شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستیؒ(تسکین الصدور، ص:27)

39) حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ(تسکین الصدور، ص:28)

40) حضرت مولانا محمد عبد الحق اکوڑہ خٹکؒ(تسکین الصدور، ص:28)

41) حضرت مولانا محمد عبد الخالق صاحبؒ مظفر گڑھی(تسکین الصدور، ص:29)

42) حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کندیاں شریف(تسکین الصدور، ص:30)

43) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان(تسکین الصدور، ص:32)

44) حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحبؒ(تسکین الصدور، ص:33)

45) حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشیؒ(تسکین الصدور، ص:34)

46) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ(تسکین الصدور، ص:34)

47) حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ(تسکین الصدور، ص:36)

48) حضرت مولانا محمد نذیر اللہ خان صاحبؒ گجرات(تسکین الصدور، ص:35)

49) حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ(احسن الفتاویٰ، ج:4، ص:551)

50) علامہ نواب قطب الدین خان صاحبؒ شارح مشکوٰۃ

(مظاہر حق جدید، ج:2، ص:806، ج:1 ص:932، 617)

51) رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ (تحریرات حدیث، ص:255، 256)

52) حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحبؒ (مصنف علم الصیغہ تواریخ حبیب، ص:156)

53) حضرت مولانا سید احمد رضا صاحبؒ بجنوری (انوار الباری، ج:11، ص:145، 146)

54) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند (آب حیات، جمال قاسمی)

55) حضرت مولانا عبد الحئیؒ لکھنویؒ (حاشیہ شرح وقایہ، ج:2، ص:254)

56) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ (سیرت المصطفیٰ ﷺ، ج:3، ص:404 تا 388)

57) حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (حجۃ اللہ البالغہ، ج:2، ص:88)

58) شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج:1، ص:224، ص:243)

آپ نے دیکھ لیا کہ تمام مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، حضور اکرم ﷺ ، بلکہ عام موتیٰ کے سماع کے قائل ہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتیٰ ایک ضابطہ اور قائدہ کلیہ ہے اور بعض حنفیہ کے نزدیک بھی سماع موتیٰ ایک ضابطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور بعض دوسرے سادات حنفیہ جن کے نزدیک سماع موتیٰ ضابطہ نہیں ہے بلکہ وہ عام سماع موتیٰ کے منکر ہیں، ان کے نزدیک بھی انبیاء کرامؑ اور خصوصاً حضور اکرم ﷺ اس اختلاف سے بالکل مستثنیٰ ہیں۔ عام موتیٰ کے سماع کا انکار کرنے والے علماء سب کے سب انبیاء کرامؑ کے سماع کے قائل ہیں، جس طرح کہ ان کی کتابوں سے واضح ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ کے مؤلفین پانچوں علماء نے حضور اکرم ﷺ کے سماع عد القبر شریف کو ثابت کیا ہے اور طلب شفاعت کا مسئلہ بھی لکھا ہے۔ اسی طرح المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند کے مؤلف اور مصدقین چوبیس چوٹی کے علماء کرام نے حضور ﷺ کے سماع کو تسلیم کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ بقیہ علماء کی فہرست بھی آپ کے سامنے ہے۔ یہ فہرست بھی بندہ عاجز نے اپنے ناقص مطالعہ سے تیار کی ہے، ورنہ لاکھوں بلکہ اس سے بھی زیادہ علماء حنفیہ ہیں جو حضور ﷺ کے سماع عند القبر شریف کے بھی قائل ہیں اور طلب شفاعت کے بھی۔ بلکہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک حنفی عالم نے حضور ﷺ کے سماع کا انکار نہیں کیا۔ جمیعت اشاعت التوحید والسنۃ کے شائع کردہ رسالہ بنام عقائد دیوبند میں جتنے بھی علماء کے نام عدم

سماع موتیٰ کی فہرست میں دیئے گئے ہیں وہ سب کے سب حضور ﷺ کے سماع کے قائل ہیں۔ان میں سے کسی ایک عالم نے بھی حضور ﷺ کے سماع کا انکار نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُمت مسلمہ کا یہ اجماعی اور اتفاقی عقیدہ ہے۔اسی لیے تو علماء حقہ نے اس عقیدہ کے منکر کو بدعتی اور خراب عقیدہ العقیدہ والا لکھا ہے۔کیونکہ انکار سماع النبی ﷺ چودھویں صدی کے اوائل کی ایجاد کردہ بدعت ہے۔

بہر حال اتنی بڑی حقیقت کو خود تسلیم کرنے کے باوجود اہل اشاعت کا یہ کہنا ہے کہ مسئلہ سماع موتیٰ میں کوئی اختلاف نہیں رہا بلکہ سب لوگ عدم سماع موتیٰ کے قائل گزرے ہیں،اور سادات حنفیہ بشمول انبیاء کرامؑ بلا استثناء عدم سماع کے قائل ہیں۔(رسالہ عقائد علماء دیوبند،ندائے حق جدید جلد اوّل،ص:84-85) خدارا معلوم کہ یہ لوگ اپنی باتوں کی خود آپ تردید کیوں کرتے ہیں؟ ویسے ساری جماعت کا مزااج یہی ہے۔الشیخ المحقق السید علامہ محمد حسین نیلوی تو اس معاملہ میں سب سے آگے بڑے بڑھے ہوئے ہیں۔ان کی مایہ ناز کتاب ندائے حق بندہ عاجز کے اس دعوی کا زندہ ثبوت ہے۔بیسیوں مقام ایسے ہیں کہ خود ایک بات لکھتے ہیں اور پھر آپ ہی اس کی تردید کر دیتے ہیں،**کما لا یخفی علیٰ اھل المطالعہ**۔شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ صاحب نیلوی صاحب کی باتوں کو مجذوبانہ باتیں کہتے ہیں۔

مسلک علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

وضاحت ہفتم:

علماء دیوبند کثر اللہ سواد ھم جو در حقیقت اہلسنت والجماعت کے صحیح اور حقیقی ترجمان ہیں۔مسئلہ عام سماع موتیٰ کے بارے میں ان کا مسلک ملاحظہ فرمائیں: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "اس سے دو باتیں ثابت ہو گئیں،اوّل یہ کہ مُردے سن سکتے ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کا سننا سنانا ہمارے اختیار میں نہیں۔البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں سنا دیں،جب نہ چاہیں نہ سنائیں۔مسلمان کے سلام کرتے وقت تو اس حدیث نے بتلا دیا کہ حق تعالیٰ مردہ کی روح واپس لا کر اس کو سلام سنا دیتے ہیں اور اس کو سلام کا جواب دینے کی بھی قدرت دیتے ہیں۔باقی حالات و کلمات کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ مردہ ان کو سنے گا یا نہیں۔

اسی لیے امام غزالیؒ اور علامہ سبکیؒ وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ اتنی بات تو احادیث صحیحہ اور قرآن مجید کی آیت مذکورہ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں۔ لیکن یہ ثابت نہیں ہے کہ ہر مردہ ہر حال میں ہر شخص کے کلام کو ضرور سنتا ہے۔ اسی طرح آیات وروایات کی تطبیق ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مردے ایک وقت میں احیاء کے کلام کو سن سکیں، دوسرے وقت نہ سن سکیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کے کلام کو سنیں اور بعض کے کلام کو نہ سنیں یا بعض مردے سنیں اور بعض نہ سنیں۔ کیونکہ سورۃ النمل، سورۃ الروم اور سورۃ فاطر کی آیات سے بھی یہ ثابت ہے کہ مردوں کو سنانا ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں۔ اس لیے جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیحہ میں سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں۔ اس لیے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے نہ قطعی نفی کی، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم "۔ (معارف القرآن، جلد 6، ص:204-203)

حضرت مفتی صاحبؒ مزید لکھتے ہیں کہ "مسئلہ سماع موتیٰ زمانہ قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ کلام اس میں طویل ہے، میرا ایک رسالہ بزبان عربی بنام اعدل الامور فی سماع اہل القبور بشکل مسودہ موجود ہے، مگر ہنوز شائع نہیں ہوا۔ اس میں سے خلاصہ کر کے حقیقت لکھتا ہوں۔ وہ یہ کہ حیات بعد الموت انبیاءؑ و شہداء کی تو اپنے اپنے درجوں کے موافق ثابت ہی ہے، عام اموات کی ارواح کا زندہ ہونا بھی ثابت ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ نوعیت اس حیات کی حیات ناسوتی مختلف ہے۔ وہ حیات ایک دوسرے عالم کی حیات ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کہ جو شخص اس دنیوی زندگی میں ہمارا کلام سنا کرتا تھا وہ بعد الموت بھی اسی طرح سنا کرے، یہ ضروری نہیں۔ اس کیلئے کوئی دلیل مستقل ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے دلیل عقلی نہ کوئی اثبات پر قائم ہے نہ نفی پر اب صرف دلیل نقلی رہ گئی۔

سو اس میں قرآن وحدیث کے متعدد نصوص ہیں۔ بعض اموات کا یا عام اموات کا خاص خاص حالات میں احیاء کا کلام سننے بلکہ بعض جگہ جواب دینے کا بھی ثبوت موجود ہے۔ لیکن ان سے کوئی ضابطہ کلیہ ستغاد نہیں ہوتا کہ ہر مردہ ہر شخص کی کلام ہر وقت سن سکتا ہے۔ اس لیے سیدھا راستہ یہ ہے کہ جن مواقع میں سماع موتیٰ کسی روایت سے ثابت ہے، اس کا اقرار کر لیا جائے اور جہاں قرآن وحدیث ساکت ہیں وہاں یہ اختیار کیا جائے نہ اثبات کرے نہ نفی۔ ہاں کسی شخص کو بذریعہ کشف سننا معلوم ہو جائے اور وہ اس کو صحیح سمجھے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ لیکن اس سے بھی یہ قاعدہ کلیہ نہیں بنتا

کہ ہر میت ہر وقت یہ شخص کا کلام سن سکتا ہے۔اس لیے معلوم ہوا کہ اس کے یقین کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ہم جس وقت جس میت سے جو کلام کریں گے وہ ضرور سنے گا،اور ایسا عقیدہ رکھنا بے بنیاد اور بے اصل ہے،جب اصل مسئلہ کی حقیقت معلوم ہو گئی۔تو اب مسئلہ زیرِ بحث یعنی دعا میں الفاظ مذکورہ کا استعمال اسی بے اصل عقیدہ پر مبنی ہے۔اس لیے درست نہیں،ہاں کسی کا عقیدہ یہ نہ ہو بلکہ اسی احتمال پر کہہ دے کہ شاید سن لیں اور دعا کریں تو فی نفسہ مضائقہ نہیں لیکن دوسروں کے سامنے ایسے الفاظ کا استعمال ان کے عقیدہ کو فاسد کرے گا۔اس لیے احترام کرنا چاہیے"۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،جلد2،ص:440،439،مطبوعہ:دارالاشاعت کراچی)

حضرت مفتی صاحبؒ مزید لکھتے ہیں:

فالقول بالطلاق سامع الموتیٰ فی کل فرد وفی کل حین قول بما لیس لك به علم والقول بنفیه راسًا مزاحمة للنصوص المذکورة آنفا ولذلك قلنا بثبوته فی الجملة اعنی فی حین دون حین لشخصٍ دون شخص فی کلام دون کلام،وبذلك تتوافق النصوص والآثار فی هذا الباب فالتی یستفاد منها السماع ففی بعضها والتی یستفاد منها نفیه ففی بعض آخر،

(احکام القرآن،ج:3،ص:168)

ترجمہ:مطلقاً تمام موتیٰ کے سماع کا قول کہ ہر فرد ہر وقت سنتا ہے،ایک ایسی بات ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔اور بالکل سماع موتیٰ کی نفی کر دینا نصوص مذکورہ کی مخالفت ہے۔اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ سماع موتی فی الجملہ ثابت ہے،یعنی ایک وقت میں ثابت ہے،ایک وقت میں نہیں۔

ایک شخص کیلئے ثابت ہے دوسرے کیلئے نہیں۔ایک کلام میں ثابت ہے اور دوسری میں نہیں ہے۔اسی طریقہ سے اس بات میں آنے والی نصوص اور آثار کی موافقت ہو جائے گی۔پس جہاں سے سماع ثابت ہوتا ہے وہ بعض میں ہے اور جہاں سے سماع کی نفی معلوم ہوتی ہے وہ دوسرے بعض میں ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ مزید لکھتے ہیں کہ

والعبد الضعیف کان ذات یوم متفکراً فی تزاحم الآثار الواردة فی احوال البرزخ فارانی الله سبحانه فیما یراه النائم کان قائلا یقول ان کل قبر عالم براسه ولا یقاس عالم علی عالم آخر، فاحوال

الناس فی قبورھم فختلفه ، علی انواع واصاف لا یحصها الاالذی احصی کل شئ عدداً بل احوال شخص واحدفی اوقات مختلفة متفاوته ، فاستیقظت بحمد الله منشرحا قلبی و عرضت ھذا الرؤیا علی شیخی حکیم الامة اشرف المشائخ قدس سره فقال انھا ان شاء الله رویا حق۔(احکام القرآن،ج:3،ص:174)

ترجمہ: عالم برزخ کے احوال کے متعلق آنے والے مختلف آثار میں ایک دن بندہ ضعیف سوچ بچار کر رہا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں دکھلا دیا، گویا ایک کہنے والا کہتا ہے کہ ہر قبر مستقل جہان ہے اور ایک جہان کو دوسرے جہان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور لوگوں کے اپنی اپنی قبروں میں حالات بہت ہی مختلف ہیں جن کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایک ہی شخص کے مختلف اوقات میں مختلف حالات ہوتے ہیں، پھر میری جاگ ہوئی اور الحمد للہ اس مسئلہ میں میرا شرح صدر ہو گیا اور میں نے اپنا یہ خواب اپنے شیخ حکیم الامت اشرف المشائخ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ قدس سرہ پر پیش کیا تو انہوں نے فرمایا: ان شاء اللہ خواب سچا ہے۔

نوٹ: حضرت مفتی صاحب کا اس مسئلہ میں ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے **تکمیل الحبور بسماع اہل القبور**، جو کہ احکام القرآن کی جز بن کر شائع ہوا ہے۔ رسالہ مطالعہ کے قابل ہے، یہ دونوں اقتباس اسی رسالہ کے ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صاحب سورۃ روم کی آیت إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقے سے سننا ثابت ہو جائے گا، اسی حد تک ہم کو سماع موتیٰ کا قائل ہونا چاہیے۔ محض قیاس کر کے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لاسکتے، بہر حال آیت میں "سماع" کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی"۔(تفسیر عثمانی، ص:545)

الفرض علماء دیوبند اہلسنت والجماعت کے نزدیک مسئلہ سماع موتیٰ ایک غیر ضروری مسئلہ ہے جو عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے، جس کا فیصلہ اب ممکن نہیں ہے۔ البتہ حضرات انبیاء کرامؑ اس اختلاف سے یقیناً مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں بلکہ پوری امت ان کے سماع پر متفق اور متحد چلی آرہی ہے۔ باقی رہے عام موتیٰ تو ان کے سماع کے بارے میں نہ تو کلی طور پر اثبات کیا جائے اور نہ نفی۔ البتہ حدیث میں جہاں جہاں سماع میت ثابت ہے، ان کو تسلیم کیا جائے، مثلاً حدیث قرع نعال وغیرہ اور بقیہ مقامات کا سماع اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے۔ اللہ چاہے تو سنادے اور نہ چاہے تو نہ سنائے۔ بہر حال عام موتیٰ کے سماع کا کوئی ضابطہ اور قانون نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر

موقوف ہے۔کسی ایک واقعہ پر دوسرے واقعات کو قیاس کرنا خود غلط ہے۔کیونکہ دوسرے عالم کا معاملہ ہے، جہاں قیاس آرائی جائز نہیں ہے۔بندہ عاجز چونکہ علماء دیوبند اہلسنت والجماعت کو منعم علیہم سمجھتا ہے اور ان کی راہ کو راہ مستقیم جانتا ہے۔

لہٰذا میں بھی انہیں اکابرین کے نظریہ کے مطابق یہی عقیدہ رکھتا ہوں،جو ابھی بیان ہوا یعنی انبیاء کرامؑ کا سماع ایک ضابطہ کے تحت ہے اور باقی موتیٰ کیلئے کوئی ضابطہ نہیں۔بلکہ اس کا دارومدار اللہ کی مشیت پر ہے،البتہ جن احادیث سے اموات کا سماع ثابت ہے وہ صحیح اور برحق ہیں۔کما قال صاحب روح المعانی،والحق ان الموتیٰ یسمعون فی الجملۃ۔

اسی لیے جو شخص حضرات انبیاء کرامؑ کے سماع کا قائل ہے اور عام موتیٰ کے سماع کا منکر ہے بشرطیکہ کسی دوسری گمراہی میں مبتلانہ ہوں،وہ میرے نزدیک ایسا واجب الاحترام ہے جیسے کوئی شخص عام موتیٰ کے سماع کا قائل ہو،بشرطیکہ کہ کسی دوسری گمراہی میں مبتلاہ ہو۔یعنی صرف اور صرف عام موتیٰ کے سماع کے انکار اور اثبات سے آدمی کے دین و ایمان میں فرق واقع نہیں ہوتا ہے۔بلکہ قائلین و منکرین دونوں مسلمان ہیں اور واجب الاحترام ہیں،بشرطیکہ کسی دوسری گمراہی میں مبتلانہ ہوچکے ہوں۔

سابق دور کے منکرین سماع موتیٰ اور موجودہ دور کے منکرین میں فرق

وضاحت ہشتم:

اس دور کے منکرین سماع موتیٰ سابقہ ادوار کے منکرین سماع کو اپنا ہم خیال ظاہر کرتے ہیں،اور ان کی عبارات اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔حالانکہ ان دونوں میں کئی فرق ہیں۔لہٰذا چند فرق ملاحظہ فرمائیں:

	اس دور کے منکرین سماع موتیٰ	بعض سادات حنفیہ جو عام موتیٰ کے سماع کے منکر ہیں
1)	اس دور کے منکرین سماع موتیٰ عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کا انکار کرتے ہیں۔	جبکہ سادات حنفیہ جو عام سماع موتیٰ کے منکر ہیں،وہ حیات قبر کے قائل ہیں۔چنانچہ احناف کی کتابوں میں باب الایمان میں یہ جملہ ملتا ہے **ومن یعذب فی قبرہٖ فیوضع فیہ نوع من الحیوٰۃ** جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ انکار سماع کے باوجود حیات قبر کے قائل ہیں۔

2)	اس دور کے منکرین سماع موتیٰ سماع کلی کا انکار کرتے ہیں حتیٰ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتے، خود نبی ﷺ کے سماع کا بھی انکار کرتے ہیں۔	جبکہ بعض سادات حنفیہ ضابطہ عدم سماع سے حضرات انبیاءؑ کو مستثنیٰ کرتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ حضرات انبیاء کرامؑ کے سماع کے قائل ہیں۔اسی لیے تو بوقت زیارت روضۂ اطہر کے، طلب شفاعت کا طریقہ تحریر کرتے ہیں۔اسی طرح صحیح احادیث سے جہاں جہاں سماع ثابت ہے، ان جگہوں کو بھی مستثنیٰ کرتے ہیں۔
3)	اس دور کے منکرین سماع، عدم سماع کے عقیدہ کو ضروریات دین کا حصہ سمجھتے ہیں، اور سماع کے قائلین کو معاذ اللہ کافر اور مشرک کہتے ہیں۔	جبکہ سادات حنفیہ کے نزدیک یہ مسئہ فروعی اور غیر ضروری ہے۔کسی جانب کفر و شرک کا فتویٰ لگانا بہت بڑی جسارت ہے۔(جواہر القرآن)
4)	اس دور کے منکرین سماع موتیٰ، مسئلہ عدم سماع کو اختلافی نہیں سمجھتے، بلکہ عدم سماع کو اتفاقی مسئلہ کہتے ہیں۔	جبکہ سادات حنفیہ کے نزدیک یہ مسئلہ عہد اوّل سے اختلافی چلا آرہا ہے۔(تعلیم القرآن، جواہر القرآن)
5)	اس دور کے منکرین سماع موتیٰ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ عدم سماع یقینی ہے اور قطعی ہے۔	جبکہ سادات حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کا حتمی فیصلہ اب ناممکن ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ)
6)	اس دور کے منکرین سماع موتیٰ بالکل اور فی الکل سماع موتیٰ کے منکر ہیں۔	جبکہ سادات حنفیہ فی الجملہ سماع الموتیٰ کے قائل ہیں۔(روح المعانی)
7)	اس دور کے منکرین سماع موتیٰ اس مسئلہ میں غلو اور تشدد برتتے ہیں۔	جبکہ سادات حنفیہ کے نزدیک اس مسئلہ میں غلو اور تشدد ناروا ہے۔(قاضی شمس الدین صاحب بحوالہ تعلیم القرآن)
8)	اس دور کے منکرین سماع موتیٰ کو اپنی کسی رائے پر ثبات نہیں ہے بلکہ ہر آئے دن اس مسئلہ میں نیا فیصلہ کرتے ہیں اور نئی رائے تجویز کر لیتے ہیں۔	جبکہ بعض سادات حنفیہ جو عام سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں، ان کا ہمیشہ سے اس مسئلہ میں ایک پختہ فیصلہ اور مستحکم رائے ہے یعنی ان الضابطہ **انما ھو عدم السماع ولکن المستثنیات فی ھذہ الباب کثیرۃ**(رسالۃ بنام عقائد علماء دیوبند بحوالہ فتح الملہم، شائع کردہ جمیعت اشاعت التوحید والسنۃ)یعنی ضابطہ تو عدم سماع ہے لیکن اس باب میں بہت سے مستثنیٰ ہیں۔
9)	اس دور کے منکرین سماع موتیٰ باہم ایک رائے نہیں رکھتے بلکہ بڑوں کی رائے کچھ اور ہے اور چھوٹوں کی رائے کچھ اور ہے۔	جب کہ بعض سادات حنفیہ جن کے نزدیک ضابطہ تو عدم سماع کا ہے لیکن اس باب میں مستثنیٰ بہت ہیں۔ان سب کی اس مسئلہ میں صرف ایک ہی رائے ہے۔وہاں بڑوں اور چھوٹوں کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بہر حال اتنے سارے فروق کی موجودگی میں سادات حنفیہ کی عبارات پیش کر کے ان کو اپنا ہم عقیدہ ظاہر کرنا مغالطہ سے کم نہیں ہے۔ پس سادات حنفیہ عام موتیٰ کے سماع کے انکار کے باوجود برحق اور صحیح العقیدہ ہیں، اور اس دور کے منکرین سماع موتیٰ اپنی دیگر بے راہ رویوں، مثلاً مسئلہ سماع میں غلو و تشدد، انکار سماع الانبیاء علیٰ وانکار حیات قبر کی وجہ سے گمراہ ہیں اور مسلک اہل سنت والجماعت سے یقیناً ہٹ چکے ہیں۔

کیا مسئلہ سماع موتیٰ شرک یا شرک کا ذریعہ ہے؟

وضاحت نہم:

مسئلہ سماع موتیٰ نہ شرک ہے نہ شرک کا ذریعہ۔ کیونکہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہر قسم کے شرک سے روک دیا گیا ہے اور جو چیزیں شرک کا ذریعہ بن سکتی تھیں، ان کو بھی حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں اور حدیث میں نہ تو سماع موتیٰ کو شرک کہا گیا ہے اور نہ ہی اس کو شرک کا ذریعہ سمجھ کر حرام کہا گیا ہے۔ بلکہ بعض مواقع پر اس کا اثبات کیا گیا ہے، مثلاً قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ مردہ پرندوں کو آواز دو، وہ آپؑ کی آواز سن کر زندہ ہو کر آپ کے پاس آجائیں گے اور پھر عملاً ایسا ہوا۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ ہے لیکن معجزات میں نہ شرک ہوتا ہے اور نہ شرک کا ذریعہ۔ اسی طرح متعدد حدیثوں میں سماع موتیٰ کا اثبات ہے مثلاً حدیث قلیب بدر اور حدیث قرع النعال وغیرہ۔ پس اگر سماع موتیٰ شرک ہوتا تو صحیح احادیث سے اس کا اثبات نہ ہوتا۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماع موتیٰ ثابت ہے، مثلاً

1)	حضرت عمرو رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ (بخاری، جلد 1 ص 183، جلد 2 ص 566)
1)	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ (بخاری جلد 1 ص 183)
1)	حضرت ابو سعید خدری بھی رضی اللہ عنہ بھی سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ (بخاری جلد 1 ص 184، جلد 1 ص 176)
1)	حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ (بخاری جلد 1 ص 171-172)
1)	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میت کے علم و فہم کی قائل ہیں۔ (بخاری جلد 1 ص 183، جلد 2 ص 567، مسند احمد جلد 7 ص 244 ص 392)
1)	حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اعادہ روح کے قائل ہیں۔ (ابو داؤد جلد 2 ص 302)

1)	حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ انس میت کے قائل ہیں۔(مسلم جلد 1 ص 76)
1)	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صلوٰۃ الانبیاء فی القبور کے قائل ہیں۔(مسلم جلد 2 ص 468، مسند ابو یعلیٰ جلد 6 ص 148)

اگر سماع موتیٰ شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے قائل نہ ہوتے۔اگر سماع موتیٰ شرک ہوتا تو مالکیہ ،شافعیہ، حنبلیہ اور بعض حنفیہ بطور قاعدہ کلیہ کے سماع موتیٰ کے قائل نہ ہوتے۔مسئلہ عام سماع موتیٰ ہر دور میں مختلف فیہ رہا ہے، لیکن کسی دور کے علماء نے سماع موتیٰ کو شرک یا شرک کا ذریعہ نہیں کہا۔سماع موتیٰ کے شرک اور ذریعہ شرک نہ ہونے کی وزنی دلیل تلقین المیت بعد از دفن ہے، کیونکہ تلقین میت سماع میت پر موقوف ہے، اور تلقین میت کے متعلق علماء کے تین قول ہیں، مستحب ہے، مباح ہے، مکروہ ہے۔امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک اعدل القول یہ ہے کہ تلقین میت مباح ہے(دیکھیئے فتاویٰ ابن تیمیہ جلد 4 ص 52)۔جوہرہ نیرہ شرح قدوری جلد 1 ص 132 میں لکھا ہے کہ **تلقین میت اہل سنۃ کے نزدیك مشروع ہے۔علماء احناف فرماتے ہیں:انما لا ینھی عن التلقین بعد الدفن لانہ لا ضرورفیہ بل فیہ نفع.**(فتاویٰ شامی ص 628،629)یعنی تلقین بد الدف سے منع نہ کیا جائے، اس لیے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ نفع ہے۔فتح القدیر جلد 2 ص 68 میں لکھا ہے قیل لا یومر ولا ینھی عنہ یعنی تلقین کا حکم نہ کیا جائے اور اس سے روکا بھی نہ جائے۔بہر حال تلقین میت بعد از دفن کا مسئلہ فقہاء کرامؒ کے نزدیک مختلف فیہ ہے ۔حضرات شافعیہ، حنبلیہ اس کو مستحب کہتے ہیں اور ان کے ہاں یہ مسئلہ معمول بہا ہے۔اور حضرات حنفیہ و حنبلیہ کے نزدیک تلقین میت معمول بھا نہیں ہے۔بہر حال اختلاف کے باوجود اس تلقین میت کو کسی حنفی اور مالکی عالم نے شرک یا شرک کا ذریعہ نہیں کہا ہے، حالانکہ کہنے والوں نے اس کو مکروہ کہا ہے بلکہ بدعت بھی کہا ہے، لیکن کسی نے اس کو شرک اور ذریعہ شرک نہیں نہیں کہا ہے۔ظاہر ہے کہ تلقین کا دارومدار سماع موتیٰ پر ہے۔پس جب تلقین میت کسی کے نزدیک شرک نہیں ہے تو سماع میت بھی کسی کے نزدیک شرک نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ سماع موتیٰ کو شرک کہنا چودھویں صدی کے اواخر اور پندرھویں کی نو ایجاد ہے بدعت ہے۔ہاں اگر کوئی شخص مردوں کو متصرف فی الامور، عالم الغیب اور نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر پکارتا ہے تو یقیناً یہ شرک ہے، جس میں کوئی شک نہیں ہے۔لیکن اس میں مردوں کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص کسی زندہ کو متصرف فی الامور عالم الغیب اور نفع نقصان کا مالک سمجھ کر پکارتا ہے تو یہ بھی شرک ہے۔بہر حال یہ شرک مردوں کے سامع کی وجہ سے

نہیں بلکہ پکارنے والے کے فاسد عقیدہ کی وجہ سے لازم آرہاہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو امور مردوں کیلئے شرک ہیں، وہی زندہ کیلئے بھی شرک ہیں، مثلاً سجدہ، نذرونیاز، طواف و اعتکاف وغیرہ۔ عبادات جس طرح مردوں کیلئے شرک ہیں اسی طرح زندوں کیلئے بھی شرک ہیں۔ پس اگر قریب سے میت کا سننا شرک ہوتا تو زندہ کا سننا بھی شرک ہوتا، حالانکہ زندوں کے سماع کو کسی نے رک نہیں کہا۔ پس مردہ سن سکتا ہے تو سب کچھ بھی کر سکتا ہے تو جواباً عرض ہے کہ زندہ قریب سے یقیناً سنتا ہے لیکن کرکچھ نہیں سکتا کیونکہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہے۔ پس جب زندہ سننے کے باوجود بھی کچھ نہیں کر سکتا تو مردہ سماع کے باوجود کیا کرے گا۔

کیامسئلہ سماع موتیٰ شرک یاشرک کاذریعہ ہے؟

وضاحت دہم:

بعض لوگ سماع موتیٰ کی تردید ان آیات سے کرتے ہیں جن میں غیر اللہ کی پکار کی تردید اور مذمت بیان کی گئی ہے، مثلاً (وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غَافِلُوْنَ۔ لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ۔ اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَکُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ۔۔۔) وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ اس قسم کی تمام آیات میں غیر اللہ کی پکار سے منع کیا گیا ہے اور اس کو شرک کہا گیا ہے، اور سماع موتیٰ میں خطاب تو غیر اللہ کو ہوتا ہے لیکن پکار و ندا غیر اللہ نہیں ہوتی، اور ان دونوں میں فرق ہے۔ پکار و ندا غیر اللہ کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ پکارنے والا جس کو پکار رہا ہے اسکو متصرف فی الامور اور نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر پکار رہا ہے، اور اس سے اپنی مرادیں مانگ رہا ہے۔ بخلاف خطاب میت کہ کے اس میں یہ عقیدہ فاسد نہیں ہوتا، بلکہ خطاب کرنے والا میت کو مخاطب کرکے اس کو سلام عرض کرتا ہے۔ لہٰذا غیر اللہ کی پکار کی آیات پڑھ کر خطاب غیر اللہ کی تردید کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ پکار و ندا اور خطاب کے چند مزید فرق ملاحظہ فرمائیں:

پکار عبادت ہے	خطاب فی نفسہ عبادت نہیں ہے، الا فی ذکر اللہ
پکار اللہ تعالیٰ کا حق ہے	خطاب بصیغہ سلام مسلمان بھائی (غیر اللہ) کا حق ہے، خواہ زندہ ہو یا مردہ

غیر اللہ کی پکار شرک ہے	خطاب غیر اللہ شرک نہیں ہے
پکارنے والا کچھ لینے کیلئے پکارتا ہے	خطاب بصیغہ سلام کرنے والا کچھ دینے کیلئے خطاب کرتا ہے
غیر اللہ کی پکار حرام ہے	غیر اللہ کا خطاب حلال اور جائز ہے

مثلاً اگر کوئی شخص حاضر و ناظر سمجھ کر یا نفع و نقصان کا مالک جان کر یا رسول اللہ ﷺ مدد کہتا ہے، یا علی مدد کہتا ہے، یا غوث الاعظم مدد کہتا ہے تو یقیناً یہ غیر اللہ کی پکار ہے اور اس پر (وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔۔) پڑھنا بالکل بجا ہے۔ لیکن اگر کوئی سنی مسلمان حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر جا کر سلام پڑھتا ہے یا قبرستان میں جا کر السلام علیکم یا اہل القبور کہتا ہے تو یہ خطاب ہے، پکار غیر اللہ نہیں ہے۔ اور ایسے شخص پر نداء و پکار غیر اللہ کی آیات چسپاں کرنا بالکل بے جا ہے۔ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب مردہ قیمہ شدہ پرندوں کو بحکم خداوندی ثُمَّ ادْعُهُنَّ خطاب کیا اور آواز دی تو ان پر (وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔۔) والی آیت چسپاں کی جائے گی؟ حالانکہ مردہ پرندوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز سنی اور دوڑ کر ان کے پاس جمع بھی ہو گئے۔ لیکن غیر اللہ کی پکار کی آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس لیے چسپاں نہیں کی جائیں، کہ انہوں نے خطاب میت تو کیا ہے، لیکن پکار میت نہیں کی۔ بہر حال خطاب میت پر پکار غیر اللہ والی آیات فٹ کر دینا پرلے درجے کی ناانصافی ہے۔